Al-Qirtas ARABIC
ISSN Online : 2709-6076
ISSN Print : 2709-6068

تانیثیت کے مبادیات کا فکری مطالعہ

Mazhar Riaz
Saira Afzal
Dr. Rafia Malik
M.Phil Scholar (Urdu), NCBA&E, Sub
M.Phil scholar (urdu), NCBA&E, Sub Campus, Multan
Professor, Department of Urdu NCBA&E, Sub Campus, Multan

Abstract:
Feminism formulates an intergenral concept of the feminist movement that promotes gender equality and opposes perpetuation of gender discrimination at social and culture front. The theme of this article revolves around the analysis of feminist movement with respect to the folk culture and traditions.

Keyword: Feminism

تانیثیت فیمینزم انیسویں صدی میں ابھرنے والی اہم سیاسی، سماجی اور ادبی تحریک ہے۔اس تحریک کا آغاز حقوق نسواں کی تحریک کے تحت اٹھنے والے مطالبات سے ہوا اور فیمینزم کی اصطلاح بعد میں آئی۔تاہم فیمنسٹ کے نظریات بہت پہلے موجود تھے۔انگریزی لغات کے مطابق فیمینزم کے معنی یہ ہیں۔

1-"The belife and aim that women should have the same rights and opportunities as men."(1)
2- "A doctrine advocating political economic and special equality of sexes:2 : organized activity on behalf of women's rights and intoests."(2)
3-The policy, practice or advocay of political economic and social equality for wome."(3)

اردو میں فیمینزم کے متبادل تانیث کا لفظ استعمال کیا جاتا ہے۔تانیثیت کا اسم کیفیت "تانیث" ہے لغت میں جس کا مطلب مؤنث ہونا مؤنث بنانا اور تذکیر کی ضد ہے۔"(4)

اصطلاح میں فیمینزم یا تانیث کے معنی وسیع تر ہیں۔یہ اصطلاح صرف نسائیت اور مردانگی کے فرق کو واضح نہیں کرتی بلکہ عورت کی بطور انسان شناخت کا مقابلہ کرتی ہے۔فیمینزم کا آغاز انیسویں صدی کے اواخر اور بیسویں صدی کے شروع کے سالوں میں عورتوں کے حقوق کے مطالبے سے ہوتا ہے۔کیرولائن اور جینٹ ہالینڈ کے خیال میں تحریک کے بنیادی مطالبات یہ تھے۔

" In the UK and The USA, by the late nineteenth and early twentieth centuries women were actively campaigning around education, political representation , working condition, health, sexuality motherhood and Logal rights ."(5)

تمام تانیثی مکتب ہائے فکر عورت اور مرد کے سماجی مقام میں صنفی امتیاز کہ رویوں کے خلاف آواز اٹھاتے ہیں۔ان سب کا بنیادی مقصد عورت کی استحصال اور اس کے حقوق کی پامالی کی وجہ بننے والے عناصر کو روکنا ہے۔مرد کی بالادستی انسانی تاریخ کی اولین ناانصافیوں میں سے ایک ہے۔یہ ایک حقیقت ہے کہ عورت نے اپنے حقوق کے لیے جدوجہد ہمیشہ جاری رکھی ہے اور وہ اپنی ذاتی زندگیوں میں حقوق کی جنگ لڑتی آتی ہے۔مردوں کے پاس طاقت رہی ہے اور انہوں نے اپنی بالادستی کا ہمیشہ فائدہ اٹھایا ہے۔

سیمون دی بوا نے اس صورتحال کی وضاحت کرتے ہوئے لکھا ہے کہ:

""انسانیت نر ہے اور مرد کو بالذات نہیں بلکہ اپنے ساتھ تعلق کے حوالے سے متعین کرتا ہے۔اسے ایک خود مختیار وجود نہیں سمجھا جاتا۔"(6)

Al-Qirtas
ARABIC
ISSN Online : 2709-6076
ISSN Print : 2709-6068

عورت کی کمتر معاشرتی حیثیت قدرتی نہیں بلکہ ثقافتی ہیں و گرنہ بحیثیت انسان مرد اور عورت برابر ہیں مرد وزن کا مساوی انسانی درجہ ان کے لیے مساوی حقوق کا متقاضی ہے۔اس لیے عورت کو نہ صرف قانونی سیاسی اور معاشرتی سطح پر برابر کے مواقع ملنا ضروری ہے بلکہ ان کی ذہانت اور تخلیقیت کا اعتراف بھی ضروری ہے جیسے آج تک صرف نظر ہی کیا گیا ہے۔

ورجینیا وولف کی کتاب "a roomfor once own" اچھا متبوعہ 1929ء اور سیمون دی بوا کی کتاب the second sex مطبوعہ 1949ء نے عورتوں میں شعور کی بیداری اور مردانے غلبہ سے نجات کا احساس پیدا کرنا اہم کردار ادا کیا۔ سیمون بھی بوا کی کتاب کو تانیثی تنقید کی بائبل بھی قرار دیا جاتا ہے۔

کے۔اے کنجکن نے لکھا ہے کہ سیمون دی بوا نے عورت کو اس کے مقام سے آشنا کروایا

اس نے چند الفاظ

"one is not born, but rather becomes a woman."(7)

میں بہت بڑی سچائی کو پیش کر دیا۔

عورت پیدا نہیں ہوتی بنادی جاتی ہے۔عورت اور مرد کی تقسیم فطری سے زیادہ ثقافتی ہے۔

اس کے بعد کیٹ میلٹ کی کتاب "مطبوعہ 1969ء sexual politics" ایلن شووالٹر کی کتاب "A literature of their own" کے۔اے کنجکن نے تانیثی تحریک کو دو ادوار میں تقسیم کیا ہے۔اس کے نزدیک پہلی لہر جس کا مطالبہ برابری کا تھا۔ 1949ء میں سیمون دی بوا کی کتاب پر ختم ہو جاتی ہے۔ "The second sex" دوسری لہر جس کا بنیادی مطالبہ مرد احساس معاشرے میں عورت کے اس استحصال کو چیلنج کرنا ہے۔ فرائیڈن کی کتاب سے ہوا جو تاحال جاری ہے۔ "The feminine mystique" کی تین اقسام بتائی ہیں۔Feminists جو ڈیتھ ایم بارڈورک نے conservative feminist.1 ۔ جو کہ گھریلو ذمہ داریوں کی ان منصفانہ تقسیم اور کام کی مساوی اجرت کو کافی سمجھتے ہیں. 2 Mainstream feminist قانون میں تبدیلی لانا چاہتی ہیں یہ لوگ بنیادی طور پر تبدیلی کی خواہ ہیں اور نظام میں اپنی مرضی کے مطابق تبدیلی چاہتی ہیں۔

Redical feminists.3

ان کا خیال ہے کہ معاشرے کو بنیادی طور پر بدلنا ضروری ہے۔صرف چند اس اصطلاحات کافی نہیں۔

عورت سے غیر مساوی سلوک:

"اکیسویں صدی میں بھی عورتوں کی حالت میں کوئی خاص فرق نہیں آیا۔عورتوں سے بازار اب بھی سجتے ہیں۔عورتوں کو جلانے اور ان کے چہروں پر تیزاب پھینک کر چہرہ بگاڑ دینے کے واقعات برابر ہوتے رہتے ہیں۔ Honour killing آج کے زمانے میں بھی ویسی موجود ہے جیسی پرانے زمانے میں موجود تھی۔اس سلسلے میں نہ تو ہمارے مذہبی رہنما کچھ کرتے ہیں اور نہ ہی ہمارے سیاستدان ایسے قانون بناتے ہیں کہ ان جرائم کی سختی سے روک تھام ہو سکے"(8)

ISSN Online : 2709-6076
ISSN Print : 2709-6068

پاکستانی عورتوں کی سماجی صورتحال کا جائزہ لیا جائے تو یہ تلخ حقیقت سامنے آتی ہے۔ پاکستانی عورت محکوم حیثیت میں زندگی گزارتی ہے۔ بچپن سے بڑھاپے تک معاشرے پر حاوی مرد اس کی زندگی کے تمام فیصلے کرتا ہے۔ تعلیم، شادی، نوکری، اولاد حتی کہ صحت کی سہولتوں تک کا انتخاب اس کے لیے مرد کرتا ہے۔ پاکستانی عورت ایک ایسی دنیا میں رہتی ہے جو اس کے لیے مردوں نے بنائی ہے۔

پاکستانی معاشرے میں لڑکیوں سے بچپن سے ہی امتیازی سلوک روا رکھا جاتا ہے۔ انہیں لڑکوں سے کم کھانا اور دیگر سہولتیں میسر ہوتی ہیں۔ تعلیم کا حق ہم لڑکیوں کو کبھی بھی مساوی نہیں ملتا۔ چھوٹی عمر میں ہی لڑکیوں پر گھریلو کام کاج کا بوجھ ڈال دیا جاتا ہے۔ آبادی کے بڑے حصے کے خراب معاشی حالات کے باعث لڑکیوں سے ناپسندیدگی عام ہے۔ اور انہیں بچپن ہی سے بوجھ ہونے کا احساس دلا یا جاتا ہے۔ پیدائش سے عورت کی ثانوی حیثیت متعین کر دی جاتی ہے چونکہ عورت والدین اور خاندان کا معاشی سہارا نہیں بن سکتی۔ پاکستانی عورت ایک بڑے خاندان کی ذمہ داری اٹھاتی ہے۔ اسے گھر کی پوری ذمہ داری اٹھانی پڑتی ہے اور اس کے ساتھ ساتھ کم از کم آٹھ یا دس بچے بھی پیدا کرتی ہے اور وہ جس حالت میں ہوتی ہے حمل یا بچے پیدا کرنے کی حالت میں اسے گھر کی پوری ذمہ داری نبھانی پڑتی ہے۔ اسے گھر کے کام کا پورا حساب دینا ہوتا ہے۔ دیہات میں کم عمری کی شادی کا رواج عام ہے اور وہ بھی بڑے عمر کے آدمی سے شادی کے بعد وہ فیملی پلانے سے آگاہ نہیں ہوتی اگر ان کو اس بار آگاہی ہوتی ہے تو شوہر اور سسرال کا خوف وہ فیملی پلاننگ نہیں کر سکتی۔ ہمارے معاشرے کی عورت چودہ گھنٹے گھر کے کام مویشیوں کے کام شوہر کے کام اور بچوں کو سنبھالنے میں لگاتی ہے اگر چوبیس میں سے آٹھ گھنٹے اس کے پاس رہ جائے تو وہ بھی ذہنی پریشانی اور دباؤ میں گزر جاتے ہیں۔ چودہ گھنٹے مسلسل کام کرنے کے بعد بھی ان کاموں کو کوئی کام نہیں سمجھا جاتا۔ عورت مرد کے برابر کھیتوں میں کام کرتی ہے۔ آج کے جدید دور میں بھی عورت مرد کے ساتھ کھیت میں گندم کی کٹائی گھاس کی کٹائی گنا کی کٹائی چاولوں کی کٹائی اور دیگر کاموں کی برابر شریک ہے حتیٰ کہ ٹیوب ویل اور پانی لگانے تک کی ذمہ داری عورت پر ڈالی جاتی ہے لیکن پھر بھی عورت کے کام کو کام نہیں سمجھا جاتا کیونکہ یہ ان کی روزانہ کی روٹین میں شامل ہوتے ہیں۔ ان کو ایسے کام کا کوئی معاوضہ نہیں دیا جاتا۔ ذاتی خواہشات سے مرحوم رکھا جاتا ہے ان کی تمام ضروریات پوری نہیں کی جاتی۔ بہت زیادہ کام کرنے کے باوجود بھی وہ کوئی اچھی معاشی حیثیت نہیں رکھتی۔ عورت چاہے مرد کے ساتھ مل کر جتنا کام کرلے گھر کو سنبھال لے پھر بھی سارا کریڈٹ مرد کے سر جاتا ہے۔ عورت کو صحت کی بنیادی سہولتیں حاصل نہیں نہ تعلیم کی اپنے گھر کے جانوروں کے دودھ ہوتے ہوئے لیکن فروخت کیا جاتا ہے لڑکوں کو مائیں پینے کے لیے دیتی ہیں لیکن لڑکیوں کو نہیں لڑکیوں کے بارے میں کہا جاتا ہے انہوں نے کون سا ہمیں کما کر کھلانا ہے۔ پرائمری تعلیم عام کرنے کی سرکاری کوششوں کے نتیجے میں دیہات میں بچیوں کو سکول تو داخل کروا دیا جاتا ہے مگر فصلوں کی بوائی اور کٹائی کے موسم میں ان لڑکیوں کو سکول نہیں بھیجا جاتا۔ بلکہ ان سے کھیتوں میں کام لیا جاتا ہے۔ ہمارے معاشرے کی عورت معاشی جبر کے ساتھ ان گنت سماجی ناانصافیوں کا بھی شکار ہے۔ ہمارے معاشرے میں وٹہ سٹہ، ونی سوارہ، قران سے نکاح، غیرت کے نام پر قتل، دشمنی کے بدلے خواتین کی عزت کی پامالی، پولیس کی تحویل میں خواتین سے جسمانی زیادتی، خواتین پر تیزاب پھینکنے اور خواتین کو ہراساں کرنے کے واقعات عام ہیں۔ اگر کوئی لڑکا اپنی مرضی سے یا پسند کی شادی کرنا چاہتا ہے تو اس کے وٹے سٹے پہ بہن کو وٹہ بنا دیا جاتا ہے اس کی پسند ناپسند کا خیال نہیں رکھا جاتا بعد میں اس کا گھر بسے یا نہ بسے اس بات کو مد نظر نہیں رکھا جاتا۔ عورت پر سماجی رسوم کا بہت زیادہ دباؤ ہے۔ اس دباؤ کے زیر اثر ہر طبقے کی عورت متاثر ہوتی ہے۔ عورتیں بیرونی دباؤ کے ساتھ ساتھ گھریلو تشدد بھی برداشت کرتی ہیں۔

ڈاکٹر زاہد محمود گھریلو تشدد کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

ISSN Online : 2709-6076
ISSN Print : 2709-6068

"گھریلو تشدد اس طرزِ عمل کو کہتے ہیں جو مسلسل کسی شخص کے خلاف اس کے لیے روا رکھا جائے اس کی حرکات و سکنات اور قوت و ارادی کو قابو میں لایا جا سکے۔ جسمانی اور جنسی تشدد اسی طرز کی مثالیں ہیں۔ گھریلو تشدد کے حربوں میں چیخنا چلانا، گالیاں دینا، دھکے دینا، مار پیٹ کرنا، تھپڑ مارنا، گلا گھونٹنا، کاٹنا کسی ہتھیار سے مارنا، ڈرانا دھمکانا اور ہراساں کرنا ، جان لینے کی دھمکی دینا کسی کے جذبات اور احساسات کو مجروح کرنا کسی کے ماں باپ یا بزرگوں کے بے عزتی کرنا کسی کو نیچا دکھانا کسی کو سرعام بے عزت کرنا، کسی کو دوسروں کے سامنے ذلیل کرنا، جنسی تشدد، جبر کرانا، زور زبردستی سے کام لینا، جنسی حملہ اور زنا بالجبر کا ارتکاب شامل ہے۔"(9)

ڈاکٹر فوزیہ رانی اپنی کتاب (پاکستانی خواتین کے افسانوں میں نسوانی کردار) میں کہتی ہیں پاکستانی عورت کو جو قانونی حقوق حاصل ہیں موجودہ سماجی ڈھانچے میں ان کا حصول بھی عورت کے لیے ممکن نہیں۔ عورتیں اپنی شادی کے معاملے میں انتخاب کا حق نہیں رکھتی تمام سماجی طبقوں میں عورت کی شادی اس کی پسند سے ہونا معیوب خیال کیا جاتا ہے۔ فوزیہ رانی کہتی ہیں چولہوں کا پھٹنا، عورتوں کا مختلف واقعات میں آگ لگنے سے ہلاک ہونا اور خودکشیاں (جو دراصل قتل ہوتی ہیں) اس سلسلے کے سسرالی تشدد کا نتیجہ ہیں۔ اسلام کی رو سے عورت کے لیے گھر اور نان و نفقہ کی فراہمی میں شوہر کا فرض ہے جسے بالعموم فراموش کر دیا جاتا ہے۔ اس کے برعکس مرد ایک سے زائد شادیوں کی اجازت کو ہر فرد پر اولیت دیتے ہیں جس کے بحث عورت کی سماجی حیثیت مزید خراب ہو جاتی ہے۔

رشیدہ پٹیل کے مطابق:

"اسلام کی بنیادی اور اصلی تعلیمات پر لوگ روایات یا اپنی برادری کے رواجوں کی تہہ چڑھا دی گئی ہے۔ مثلاً بیشتر مسلم ممالک میں زوجین کے مابین موجود باہمی حقوق کا وہ توازن جو اسلام نے قائم کیا ہے عورت کے نقصان میں مرد کی طرف ڈھلکا دیا گیا ہے۔ اکثر بیویوں کو ان کے حقوق احکام قرانی اور اس سلسلے میں اخلاقی اور اس سلسلے میں اخلاقی کی تعلیمات تک کو نظر انداز کرتے ہوئے طلاقیں دیتے رہتے ہیں۔"(10)

مرد اس معاشروں کو ہر طرح کی آزادی حاصل ہوتی ہے اور عورتوں کے لیے ہر کام میں حدود و قیود مقرر ہوتی ہیں۔ یہی حال پاکستانی معاشرے کا ہے۔ پاکستانی عورت کی صورتحال اور مسائل مشرقی ممالک بالخصوص ترقی پذیر اور پسماندہ خطوں کی عورت کے مسائل سے گہری مماثلت رکھتے ہیں۔

کشور ناہید کی شاعری میں تانیثیت اور ماحولیاتی تانیثت کے عناصر بہت زیادہ ہیں۔ عورت کے استحصال کا تعلق کسی خاص معاشرہ کسی خاص قوم عہد یا کسی خاص مذہب سے نہیں بلکہ اس عالمگیر سوچ سے ہے جو مرد کی پیدائش کے ساتھ ہی وجود میں آ جاتی ہے۔ البتہ اس سوچ نے مختلف قوموں اور معاشروں میں مختلف انداز میں اظہار پایا ۔ ہندوستان کے معاشرے میں جہاں عورت کو ایک طرف دیوی کے استھان پر بٹھایا گیا تو دوسری طرف اسے اپنے شوہر کی چتا میں زندہ ستی ہونے پر مجبور کر دیا گیا۔ ہندوستانی معاشرے میں عورت کی تذلیل میں کوئی کسر نہ چھوڑی گئی یہ وہی معاشرہ تھا جہاں عورت اپنا نام ہونے کے باوجود تمام عمر گمنام ہی رہتی اور اسے اس کے باپ شوہر اور بعد ازاں بیٹے کے نام سے پہچانا جاتا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ ہندوستان میں طویل عرصہ تک ادب کے میدان میں بھی خواتین لکھاریوں کو اپنے نام سے اپنا الگ مقام اور شناخت بنانے کی اجازت نہ تھی۔ اسی ہندوستانی معاشرے میں شاعری کے میدان میں ادا جعفری، سارا شگفتہ، پروین شاکر، کشور ناہید، فہمیدہ ریاض اور افسانوی ادب کے میدان میں قرۃ العین حیدر، رشید جہاں، عصمت چغتائی، رضیہ فصیح احمد، ہاجرہ مسرور، خدیجہ مستور، الطاف فاطمہ، فرخندہ لودھی زاہدہ حنا جیسی بلند آہنگ آوازوں نے جنم لیا۔ ان میں شعری اور افسانوی ادب کی ایک بلند آہنگ آواز کشور ناہید ہے وہ ایک نڈر بہادر خاتون تھی انہوں نے خاص طور پر خواتین کے استحصال کے خلاف شاعری کی اور افسانوی ادب ہر دور میں مزاحمتی رویہ اختیار کیا۔

Al-Qirtas
ARABIC
ISSN Online : 2709-6076
ISSN Print : 2709-6068

ڈاکٹر سیما صغیر کے نزدیک :۔

"کشور ناہید کا انداز اور زاویہ نگاہ جداگانہ ہے۔انہوں نے خواتین کے استحصال کو اپنا اپنا اہم موضوع بنایا ہے۔مگر منفرد طریقے سے انہوں نے عورت پر مرد کی اجارہ داری حکومت کرنے کی خواہش کی نا صرف مزمت کی ہے بلکہ عورت کے سماجی شوہر کی نمائندگی کرتے ہوئے مشرقی عورت کے مسائل اور نفسی کیفیات کا بیان کیا ہے۔وہ عورت کے ادھورے وجود سے خائف ہے اور "پوری عورت" کو دیکھنے کی خواہش مند ہیں۔"(11)

کشور ناہید نے نہ صرف شاعری میں بلکہ نثری تحریروں میں بھی فیمینزم کے حوالے سے آواز بلند کی ہے۔ ڈاکٹر عظمی فرحان فاروقی نے فیمنزم کے حوالے سے کشور ناہید کی کاوشوں کی نشاندہی ان الفاظ میں کی ہے۔

"کشور ناہید کی آواز شاعری کے ساتھ تنقیدی حوالے سے بھی فیمنزم کی بہت اہم اور نمایاں آواز ہے۔شناسائیاں، بری عورت کتھا، بری عورت کے خطوط، عورت زباں خلق سے حال تک، عورت خواب اور خاک کے درمیان۔۔۔۔۔۔یہ سب کشور ناہید کی نثری کاوشیں ہیں ان کتابوں کے عنوانات سے ہی اندازہ ہو جاتا ہے کہ کشور ناہید کے فکر و فن کا موضوع عورت ہے۔"(12)

ہندوستانی معاشرہ وہ معاشرہ ہے جہاں عورت کی سب سے بڑی خوبی اس کی بے زبانی کو قرار دیا جاتا ہے۔اسے اپنے باپ اور بھائی سے لے کر شوہر اور بیٹوں کسی کے سامنے بھی لب کشائی کی اجازت نہیں بلکہ لب کشائی کو اس کا سب سے بڑا جرم قرار دیا جاتا ہے۔ایسا جرم جس کی سزا موت بھی ہو سکتی ہے۔اسے زندہ رہنے کے لیے سانس بھی لینا ہے تو گھٹن زدہ ماحول میں اس کے لیے صرف گھر کی چار دیواری ہی نہیں بلکہ اپنی ذات بھی ایک قید خانہ ہے۔ قہقہے تو دور کی بات ہونٹوں پر مسکراہٹ بھی اس کا جرم بن سکتی ہے۔یہاں تک کہ اسے اپنے دکھوں پر رونے کی اجازت نہیں اس کی آواز کو منحوس کہہ کر دبا دیا جاتا ہے۔گویا زندہ رہنا اس کا سب سے بڑا جرم تصور کیا جاتا ہے۔

نیلم احمد بشیر نے بھی خواتین کے حقوق کے لیے احتجاج کیا ان کے ہاں ظلم و ستم کو خاموشی سے برداشت کرتی عورت کا تصور محال ہے۔وہ ہمت اور حوصلے کی تحریک دیتی ایسی شاعرہ اور ادیبہ ہیں جو زندگی کے روشن پہلوؤں کی بھرپور مزاحمت کرتی ہیں۔

نیلم احمد بشیر چھوٹے چھوٹے سماجی واقعات سے لے کر بین الاقوامی سطح تک کے معاملات کے مختلف پہلوؤں کو مہارت سے الفاظ کا روپ عطا کرتی ہیں انہیں ڈرانے اور سہا دینے والے الفاظ متاثر نہیں کرتے وہ بے باک اور نڈر خاتون ہیں وہ مظلوم طبقے کی آواز ہے جس کا وصف معاشرتی حقائق کا بیان ہے۔وہ کہتی ہیں پاکستانی معاشرے کے مرد نے ذہنی طور پر عورت کی انفرادی حیثیت کو قبول نہیں کیا وہ یہ تو چاہتا ہے کہ اس کی بیوی تعلیم یافتہ مگر وہ زبان سے گونگی ہو حق پر بات نہ کرے مرد برداشت نہیں کرتا عورت اس کے سامنے حق بات کہے۔ نیلم کے افسانے "لالا کی بیٹی"(مشمولہ جگنو کے قافلے) کی شمی بھی اس مسئلے کا شکار ہے ڈاکٹر ہونے کے باوجود اسے نوکری کرنے کی اجازت نہیں چونکہ اس کا مالدار شوہر اکرم یہ پسند نہیں کرتا کہ شمی اپنی ذات کے لیے کوئی قدم اٹھائے چونکہ اس کے بچے اس کے آڑے آجاتے ہیں اور ماں باپ بھی صبر کی نصیحت کرتے ہیں۔ شمی کا کردار ایک طرف عورت کی مجبوری کو سامنے لاتا ہے جو جدید عہد کے آزاد معاشرہ کا فرد ہوتے ہوئے بھی اپنی صلاحیت کے اظہار کا حق نہیں رکھتی دوسری طرف مردانہ اقدار اور سوچ کے نا قابل تبدیل عناصر کی طرف بھی اشارہ کرتی ہے جو صرف گھر کو بنائے اور گھر بنائے رکھنے کی ذمہ داری صرف عورت پر عہد کرتے ہیں۔

شمی کے الفاظ :

Al-Qirtas ARABIC
ISSN Online : 2709-6076
ISSN Print : 2709-6068

"میں صرف اس کے کچن اور بستر کے قابل ہوں اور کسی قابل نہیں میں کسی قسم کا کوئی فیصلہ کبھی نہیں کر سکتی۔اپنی مرضی سے کہیں آجا نہیں سکتی اپنے ساتھی ڈاکٹروں سے نہیں مل سکتی صرف اس لیے کہ میں عورت ہوں یعنی کم تر ہوں ایک مکمل باشعور انسان نہیں ہوں۔"(13)

نیلم حمد بشیر کہتی ہیں جاگیر دارانہ نظام میں عورت کے استحصال کی کئی صورتیں ان کی شادی نہ کرنے، حق بخشوائی اور قرآن سے شادی وغیرہ کی صورت میں سامنے آتی ہیں۔پاکستانی عورتیں اکیسویں صدی میں بھی اس قسم کی رسم کی بھینٹ چڑھ رہی ہیں۔نیلم کے افسانے "لے سانس بھی آہستہ "نور بانو کی شادی قرآن سے کر دی جاتی ہے۔وہ تو اپنی حق تلفی کو ہی ڈھال بناتی ہے۔اسے شادی کے روز ہی پتہ چلتا ہے کہ اس کی شادی قرآن سے ہو رہی ہے تو وہ ہزیانی انداز میں "ان اللہ مع الصابرین" بار بار پڑھتی ہے۔ ان حالات میں وہ اجنبی مرد کے ساتھ تعلق بناتی ہے اور پھر اسے حمل ہو جاتا ہے۔اور پوچھنے پر بتاتی ہے کہ وہ شادی شدہ ہے اور یہ بچہ مقدس کتاب کا بچہ ہے وہ ایک عجیب قیامت کھڑی کر دیتی ہے۔یہ ایک انتہائی رد عمل ہے جو روایتوں میں جکڑی عورت کی بغاوت کی وارننگ ہے۔یہ عورت اپنے عہد کی عورتوں کے بڑے طبقے کی نمائندہ ہے اور روایتوں پر قربان ہونے کے باوجود عورت کی انسانی حقوق کا مطالبہ کرتی ہے۔

1960ء کے بعد شاعری کی شروعات کرنے والی پاکستانی شاعرات میں ایک اہم نام فہمیدہ ریاض کا ہے انہوں نے طائف الملوکی کے دور میں ہوش سنبھالا وہ چھپ چھپ کر اشتراکی ادب کا مطالعہ کرتی تھیں۔انہوں نے کمیونسٹ پارٹی بھی جوائن کی تھی۔اشتراکیت کے سبب وہ فیض احمد فیض کی شاعری سے بہت زیادہ متاثر ہوئی۔فہمیدہ ریاض نے محسوس کیا کہ سندھیوں کو ہر طرح سے نظرانداز کیا جارہاہے اور عورت کے حقوق پر کوئی توجہ نہیں کہیں درگور اور کہیں قرآن سے شادی۔انہوں نے احتجاج کیا۔ان کی نظموں کا مجموعہ "بدن دریدہ" جب شائع ہوا تو ایک کہرام مچ گیا انہوں نے ہر نقطہ پر اشارہ کیا جہاں انسانیت پامال ہو رہی تھی عورتوں کے حقوق پامال ہو رہے تھے انہوں نے جنسیات کے متعلق بہت کچھ لکھا۔ترجمہ کے میدان میں بھی انہوں نے اہم کارنامہ سرانجام دیتے ہوئے شیخ ایاز کے سندھی کلام کو اردو میں نہایت بلیغ ترجمہ کیا۔فہمیدہ ریاض کی زیادہ تر نظمیں نو مر لڑکیوں کے خوابوں اور ان کے تصورات کے عکاسی کرتی ہیں۔عورت مرد کے ازلی رشتے میں جسم و جان کی قیمت پر بھی عورت کی جانب سے وفا کی ریت نبھانے کی کو موضوع سخن بنایا گیا ہے۔

نظم "جھجک"

یہ میری سوچ کی انجان کنواری لڑکی
غیر کے سامنے کچھ کہنے سے شرماتی ہیں
اپنی مبہم سی عبارت کے دوپٹے میں چھپی
سر جھکائے نظریں کترا کے چلی جاتی ہے۔
(پتھر کے میدان)

فہمیدہ ریاض ایک بے باک نڈر فنکار ہیں۔جن کے موضوعات کو دوسری شاعرات شجر ممنوعہ سمجھ کر کبھی چھونے کی جرات نہ کر سکی ان کی شاعری کو جنسی لذت پرستی کا الزام دے کر نظرانداز کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔اور سیاسی مہم جوئی کی شاعری کا الزام بھی لگا۔جس سماج میں فہمیدہ ریاض رہی ہے وہ سماج جبر واستعداد سے بھرا ہوا تھا

ISSN Online : 2709-6076
ISSN Print : 2709-6068

انہوں نے موضوعات کو چھوا تو انہوں نے مرد کی جبلی تعلقات کی فطری ضرورت کی نظموں میں برتا بھی ہے زیادہ تر مرد عورت کی ظاہری شکل وصورت سے متاثر ہو جاتا ہے۔ مگر وہ عورت کے جذبات احساسات اور خیالات کے بارے میں نہیں سوچتا۔

"سورۃ یسین" (نظم)

شاید میں رستہ بھول گئی
یہ راہ تو میری راہ نہیں
اس راہ سے میں کب گزری تھی
سب گلیوں پہ یہاں نام لکھے
اس گلی پہ کوئی نام نہیں
(بدن دریدہ)

جاگیر دارانہ نظام کی طرف انہوں نے اشارہ کیا ہے جہاں شرم و حیا کے نام پر عورت کا صدیوں سے استحصال ہو رہا ہے۔ نظم جہاں طنزیہ عنصر پیش ہوا ہے وہیں معنویت بھی پیدا ہو گئی ہے۔ فہمیدہ ریاض اپنی شاعری میں ایک عورت کے جذبات کو انتہائی بے باکی سے بیان کرتی ہے۔ عورت زندگی میں بیٹی، بہن اور بیوی کے تجربات سے گزرتی ہے انہوں نے خواتین کے مسائل پر کھل کر بات کی اس لیے وہ باغی بھی کہلائی۔ فہمیدہ ریاض کی شاعری احتجاج کی شاعری ہے۔ ان کے ہاں ہجرت کا درد بھرا ہوا ہے۔ کیونکہ ان کی شناخت تانیثی مسائل سے ہوتی ہے ان کی شاعری ایسا آئینہ ہے جو عورتوں کے مسائل پر مبنی ہے۔

حوالہ جات

1. Oxford advanced learners dictionary up current English, shally wehmeier,sixth edition oxford University press 2000 P .489
2. The new Britanica - webster dictionary & reference Guide Encyclopedia Britannica Inc USA,1981, P-330.
3. The new lexicon webster dictionary of the English language, Encyclopedia edition, lexicon publication New York ,1989, P-346
4. اردو لغت (تاریخی اصول پر) ترقی اردو بولڈ کراچی، جلد چہارم 1982ء ص 908
5. Ramzanoglu Caroline with Holland Janet, Feminist Methodology challenges and choice,Sag publication, London ,UK 2007, P-5
6. سیمون دی بوا، عورت (مترجم) یاسر جواد، فکشن ہاؤس لاہور، 1999ء، ص 18
7. K.A Kanjakkan, feminist and Indian Realities P-99
8. عطیہ خان، تاثرات ایجوکیشنل پبلیشنگ ہاؤس دہلی، 2007ء ص 115

Al-Qirtas
ARABIC
ISSN Online : 2709-6076
ISSN Print : 2709-6068

9. زاہد محمود، ڈاکٹر، گھریلو تشدد۔ وجوہات، اثرات اور انسداد، نگارشات لاہور، 2006ء ص25، 26
10. رشیدہ پٹیل، پاکستانی عورت کی سماجی و قانونی حیثیت، کل پاکستان انجمن خواتین (اپوا) کراچی، 1981ء ص26
11. ڈاکٹر سیما صغیر، تانیثیت اور اردو ادب روایت مسائل اور امکانات، ص34
12. ڈاکٹر عظمی فرمان فاروقی، اردو ادب میں نسائی تنقید، روایت مسائل و مباحث، کراچی، سعید پبلیکشنز 2010ء ص98
13. نیلم احمد بشیر، جگنوؤں کے قافلے، سنگ میل پبلی کیشنز لاہور، 1993ء ص153